ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور

جون

احادیثِ رسول

ایمان اور گناہ کی پہچان

عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ اَنَّ رَجُلاً سَاَلَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا الْاِیْمَانُ قَالَ اِذَا سَرَّتْکَ حَسَنَتُکَ وَسَآءَتْکَ سَیِّئَتُکَ فَاَنْتَ مُؤْمِنٌ قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ فَمَا الْاِثْمُ قَالَ اِذَا حَاکَ فِیْ نَفْسِکَ شَیْءٌ فَدَعْہُ ۔

ترجمہ: حضرت ابو امامہؓ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا۔ ایمان کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا کہ جب نیکی کرنے سے تمہیں مسرت و شادمانی حاصل ہو اور گناہ سرزد ہو جانے سے رنج و ندامت محسوس ہو تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ تم مومن ہو۔ ابو امامہؓ نے کہا کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) گناہ کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اگر کسی کام کے کرنے سے تم اپنے دل میں چبھن اور کھٹک محسوس کرو تو اسے چھوڑ دو۔

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایمان کی واضح علامت بتائی ہے اور یہ بھی بتایا ہے کہ نیکی اور بدی کی ایک کھلی اور عام نشانی کیا ہے۔ کہ ہر شخص خود معلوم کرے۔ آپ فرماتے ہیں کہ جس شخص کو نیکی کر کے خوشی اور مسرت حاصل ہو اور گناہ کر کے رنج و غم محسوس ہو تو سمجھ لو وہ مومن ہے۔

ہر شخص اصل فطرت کے لحاظ سے نیک پیدا ہوتا ہے اس کا ضمیر اور دل نیکی سے اچھی طرح آگاہ ہے۔ وہ اپنی اس فطرت سے ہٹ کر محض عارضی فائدوں کی تلاش میں بدی کا ارتکاب کر بیٹھتا ہے۔ گناہ کرتے وقت وہ اپنے ضمیر کی آواز دباتا ہے، فطرت کو دھوکہ دیتا ہے۔ صحیح شعور سے آنکھ چراتا ہے، فرض سے پہلوتہی کرتا ہے اور سیدھی راہ سے منحرف ہو جاتا ہے۔ یہ سب کچھ کرتے وقت اسے ذہنی اور روحانی تکلیف ہوتی ہے۔ گو وقتی طور پر وہ کچھ عارضی دنیاوی فائدے حاصل کر لیتا ہے۔ دوسری طرف جب وہ نیکی کرتا ہے تو اس میں یہ احساس پیدا ہوتا ہے کہ وہ بالکل سیدھی راہ پر جا رہا ہے۔ اور منزلِ مقصود کے قریب پہنچ رہا ہے اس سے اس کی ذہنی اور روحانی قوتیں ترقی کرتی ہیں اور اسے مسرت اور خوشی حاصل ہوتی ہے۔ گناہ سے غم اور نیکی سے خوشی صرف اس شخص کے نزدیک جس نے بری عادتوں کو اپنی زندگی میں شامل کر رکھا ہو نیکی بدی سب برابر ہو جاتی ہے۔ اس کے ضمیر کی آواز دب جاتی ہے اور اس کا دل مردہ ہو جاتا ہے، اسے حق و باطل کی پہچان نہیں رہتی اور نیکی بدی کا احساس اٹھ جاتا ہے۔

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گناہ سے بچنے کے لیے گناہ کی پہچان بھی بتائی ہے۔ کہ کوئی کام کرتے وقت اگر انسان شک اور تردد میں پڑ جائے تو اسے وہ کام چھوڑ دینا چاہیے۔ گناہ کی موٹی پہچان یہی ہے کہ وہ دل میں کھٹکتا ہے اور انسان کو خود اندرونی ندامت محسوس ہوتی ہے۔

● جب کسی قوم کے رگ و ریشہ میں برائی رچ جاتی ہے تو وہ پیغمبر کی بات کو بھی ٹھکرا دیتی ہے۔

وزیر اعظم کا دورۂ افغانستان

پاکستان کے وزیر اعظم مسٹر بھٹو پڑوسی مسلم ملک افغانستان کا پانچ روزہ دورہ پورا کرنے کے بعد واپس آچکے ہیں گو ابھی تک مشترکہ اعلامیہ جاری نہیں ہوا تاہم اس سلسلہ میں جو بیانات سامنے آئے ہیں ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ قرب و تعلق کا احساس بڑھتا جا رہا ہے اور ماضی کے بعد کی بساط لپیٹنے کی ہر کسی کو فکر ہے

جہاں تک افغانستان کا تعلق ہے کلمہ توحید کے عظیم تر مشترک رشتہ کے علاوہ اور بھی کئی طرح کے رشتے ہمارے درمیان قدر مشترک کے طور پر موجود ہیں جن میں سے ایک رشتہ وہ ہے جس کا تعلق ہماری آزادی سے ہے۔

برصغیر کی آزادی کی تحریک پر نظر رکھنے والے لوگ بخوبی جانتے ہیں کہ یہاں آزادی کے لیے جو کچھ ہوا اس کے محرک اول علماء کرام تھے اور انہی کی پیہم جد و جہد نے یہ منزل قریب کی۔

حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہٗ نے جو لائن آف ایکشن متعین فرمائی تھی اس کے مطابق مرحلہ بمرحلہ کام ہوتا رہا۔ حتیٰ کہ پہلی جنگ عظیم سے چندے قبل اس قافلہ کے سالار حضرت شیخ الہند قدس سرہٗ نے حصول آزادی کے لیے ایک عظیم پلان طیار کیا جس کی ایک کڑی یہ بھی تھی کہ اپنے ایک نامور شاگرد اور خادم امام انقلاب مولانا سندھی کو افغانستان بھیجا اور مقصد بالکل واضح تھا کہ وہاں کی غیور و جسور قوم اور اس کے رہنماؤں کو آمادہ کیا جائے کہ وہ برصغیر کی آزادی میں اپنا مؤثر رول ادا کریں۔

چنانچہ مولانا سندھیؒ سات برس وہاں رہے اور ان کی کوشش یہ رنگ لائی کہ افغانی قوم انگریز کے خلاف سراپا غیظ و غضب بن گئی اور اس نے ستم رسیدہ ہندوستانیوں کے لیے کچھ کر گزرنے کا تہیہ کر لیا۔ یہ الگ بات ہے کہ بعض عاقبت نا اندیش لوگوں کی ذہنیت

[illegible] آ گئی۔ اور وہ [illegible] کی
[illegible] آزادی کی ایک ایسی شمع روشن
ہو گئی [illegible] کام کر رہی ہے۔ اور
افغانی بھی اس کے معترف ہیں۔

برصغیر کی آزادی کے بعد نظریہ ایمان و اسلام کی
بنیاد پر معرض وجود میں آنے والی مملکت پاکستان
کے ناخداؤں کا فرض تھا کہ وہ جغرافیائی، تمدنی،
تہذیبی، تاریخی اور سب سے بڑھ کر اسلامی رشتہ
کا پاس و احساس کرتے ہوئے اپنی خارجہ پالیسی میں
مسلم ممالک بالخصوص افغانستان
کو اہمیت دیتے لیکن پہلی وزارت خارجہ جو مرزائی
سربراہ کی کمان میں کام کر رہی تھی۔ ان مرزائی مرتدوں
کے خون کا بدلہ لینے کے لیے مستقل لڑائی کی صورت پیدا
کر دی جو بدقسمتی سے آج تک جاری ہے۔ درمیان
میں جب بھی کوئی بہتری کی صورت پیدا ہوئی تو اس
قسم کے عناصر آڑے آ گئے اور افغانستان پر طرح طرح
کے الزامات لگائے جبکہ سابق صدر ایوب خان نے
۱۹۶۵ء کے نازک موقعہ پر افغانستان کی دینی و اسلامی
اخوت کا فراخدلی سے اعتراف کیا تھا لیکن مخصوص
ذہنیت کے سیاسی شعبدے اور بیورو کریسی کے افراد
کی ملی بھگت نے حالات کا رخ تبدیل نہ ہونے دیا
اور صدر داؤد کے برسر اقتدار آنے کے بعد تو حالات
اور زیادہ بہتر ہو گئے۔ اب حالات نے پلٹا کھایا اور
وزیر اعظم افغانستان کے سرکاری دورہ پر گئے۔ ہم
سمجھتے ہیں کہ صدر داؤد نے یہ دعوت دے کر جو پہل
کی ہے وہ اس پر ہمارے شکریہ کے مستحق ہیں اور
بھٹو صاحب نے جانے سے قبل اپنے ذرائع ابلاغ کو
لگام دے کر ایک مستحسن قدم اٹھایا۔

اب جبکہ یہ دورہ ہو چکا ہے تو یہ ضروری ہے کہ
حالات پر کڑی نظر رکھی جائے اور جس طرف سے بھی
کوئی رخنہ پیدا کرنے کی صورت ہو اس کا فوری سدباب
کر کے ایسے افراد کو عبرتناک سزا دی جائے

ہمیں سمجھ لینا چاہیے کہ ہم ایک خدا، ایک رسول،
ایک کتاب اور ایک قبلہ کے پیروکار ہیں۔ ہمارا نفع نقصان
ایک ہے [illegible] ہمارا [illegible]
[illegible] ایک دوسرے کے
[illegible] شریک ہونا ہمیں اپنا دینی فرض سمجھنا چاہیے۔

آج دنیا کے کفر اپنے ہزار اختلاف کے باوجود
متحد ہو رہا ہے۔ امریکہ چین گلے مل رہے ہیں تو آخر
ہماری کون سی لڑائی ہے جو ختم نہیں ہو سکتی۔ اس کے ساتھ
اپنی حکومت سے یہ کہنا بھی ضروری ہے کہ وہ اندرونی
طور پر حالات کو صحیح رخ پر لائے اور ظلم و تشدد
کی جوریت اپنائی جا رہی ہے اس کو ختم کر کے انسانیت،
تحمل، بردباری اور اسلامیت کی روح کو زندہ کیا جائے۔

اور آخر میں اس پر اظہار افسوس کیے بغیر چارہ
نہیں کہ یہاں سے ۲۵ آدمیوں کا ایک طائفہ وہاں لے
جایا گیا جو رقص و سرود کی محفلیں رچاتا رہا۔

یہ اتنا بڑا گھناؤنا اقدام ہے اور اسلامی نقطۂ نظر
سے اتنی شرمناک حرکت ہے کہ اس کا تصور بھی مشکل
ہے۔ اگر یار لوگوں نے اسلامی روایات کو نہ اپنایا تو کبھی
دورے اور ملاقاتیں قریب نہ کر سکیں گی۔

ادخلوا فی السلم کافۃ

عبد الحق
۱۲ جمادی الثانیہ ۱۳۹۶ھ

پنجاب کا ۷۷-۱۹۷۶ء کا میزانیہ

۱۰ جون کو صوبائی وزیر خزانہ جناب ڈاکٹر عبد الخالق
نے صوبائی اسمبلی میں پنجاب کے نئے سال کا بجٹ پیش
کیا جس میں بقول وزیر خزانہ ڈاکٹر عبد الخالق کے کوئی
نیا ٹیکس نہیں لگایا گیا اور اس بات پر فخر کا اظہار کیا
گیا ہے کہ شراب اور ریس (جوا) پر ٹیکس میں اضافہ کر
دیا گیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ شراب غرباء کے
لیے حرام ہے اور امراء کے لیے جائز ہے۔ کیونکہ وہ
بھاری ٹیکس ادا کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ کیا مساوات
کا درس یہی ہے؟ کیا مملکت خداداد پاکستان کا اسلام
یہی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کو مسلمانوں
کے لیے حرام قرار دیا۔ اور قرآن کریم اس کے پینے والے

باقی صفحہ ۲۱ پر

خطبہ جمعہ ضبط و ترتیب : ادارہ

صدیق اکبرؓ نبیؐ کی زندگی میں امامِ نماز بنے

شیخِ طریقت حضرت مولانا عبید اللہ انور زید مجدھم

بعد از خطبہ مسنونہ :-

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا - صدق اللہ العلی العظیم -

اس سے پہلے وقت کی مناسبت سے تحریکِ مجاہدین، شہداءِ بالاکوٹ، ٹیپو سلطان، بہادر شاہ ظفر اور علماء کی قربانیوں اور انگریز کے ظلم و ستم کا کچھ نہ کچھ بیان ہوا۔ اب جبکہ جمادی الثانیہ کا مہینہ شروع ہوا تو اس میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کئی دن بخار میں مبتلا رہ کر اس دنیا سے رخصت ہوئے تو اس مناسبت سے آپ کے مناقب، اوصاف اور آپ کے کارناموں پر عام طور پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔

قرآن کی یہ آیت

جس میں صدیقین کا بطور خاص تذکرہ ہے میں نے تلاوت کی۔ پہلے ترجمہ ملاحظہ فرما لیں۔

"اور جو لوگ حکم میں چلتے ہیں اللہ کے اور رسولؐ کے سو اُن کے ساتھ ہیں جن کو اللہ نے نوازا، نبی اور صدیق اور شہداء اور نیک بخت اور خوب ہے ان کی رفاقت۔"

(حضرت شیخ التفسیر قدس سرہٗ)

اسلامی فتوحات کا مقصد

ایک ہی قرار دیا جا سکتا ہے روز ازل سے تا قیامِ قیامت، وہ ہے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر، نیکیوں، بھلائیوں اور اچھائیوں کی طرف بلانا، دعوت دینا، گویا نظامِ خیر قائم کرنا اور خدائی نافرمانیوں کا خاتمہ کرنا اور انہیں مٹانا ایک مومن مسلمان کا فرض ہے۔

یہ ایک مومن کا فرض ہے اور ایسا فرض ہے کہ وہ جہاں بھی ہو اس فرض کی ادائیگی اس پر ضروری ہوگی۔ کیونکہ نصب العین کو ہر حال میں پورا کرنا، اپنانا ضروری ہے۔

مومن کا ایک ہی کام ہے کہ اعلاء کلمۃ الحق کے لیے اپنے سارے وسائل داؤ پر لگا دے اور اس راہ میں جو مشکلات آئیں انہیں خندہ پیشانی کے ساتھ قبول کرے۔ حتیٰ کہ اگر اللہ کی راہ میں جان قربان کرنا پڑے تو یہ بھی مہنگا سودا نہیں ہے

جان دی دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

کلمۂ حق کہنا!

سب سے بڑی سعادت ہے۔ اور حق کے معاملہ میں اپنی ذمہ داریوں کا احساس نہ کرنا بہت بڑا خسارہ ہے۔ حق بھی پھر دو قسم ہیں۔ حق اللہ، حقوق العباد۔ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ فرمایا کرتے تھے کہ حق العباد کی معافی تب ہوگی جب

اللہ اور رسولؐ
کی اطاعت کے بغیر
تم میری اطاعت نہ کرنا
خطبہ صدیقی

صاحبِ حق نے معاف کر دیا۔ کسی کی غیبت کھائی کسی کی چغلی کھائی گالی دی، مال ہضم کر لیا وغیرہ ذالک۔ حقوق العباد کا ضیاع ہے اور ان کی معافی تب ہوگی جب حق والے معاف کر دیں گے۔ اور یہ باتیں انسان میں تب پیدا ہوتی ہیں جب تعلیم و تربیت صحیح ہو۔ اور تعلیم و تربیت میں سب سے مقدم والدین ہیں ان کی صحیح سوچ و فکر اور اولاد کے معاملہ میں صحیح روش ہی کامیاب ہوتی ہے۔ اور بچہ ہر طرح سعادت حاصل کر لیتا ہے۔ حتیٰ کہ وہ بارگاہِ ربوبیت میں عرض کرتا ہے:۔

رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا ۔ کہ اے اللہ! میرے والدین پر رحم فرما۔ جس طرح انہوں نے بچپن میں میری تربیت فرمائی۔

اس کے برعکس غلط تعلیم و تربیت ہو تو:۔

رَبَّنَا آتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ کی خواہش و آرزو کریں گے کہ اے اللہ انہیں دوگنا عذاب دے اور ان پر شدید لعنت فرما۔ (اللہ رحم فرمائے)

جہنم سے بچنے کا حکم

اس لیے تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ،

قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا ۔ کہ اپنے آپ کو اور اہل و عیال کو جہنم کی آگ سے بچاؤ۔ یہ بھی تمہارا فرض ہے اور اس فرض سے غفلت ہو گی تو اولاد کی بد دعائیں ہوں گی۔ جیسا کہ عرض کیا۔

حکمران سب سے بڑھ کر ذمہ دار ہیں

خلق خدا کی صحیح تعلیم و تربیت اور ان کی مادی و روحانی ضروریات کا اہتمام کرنا حکومت کا بنیادی فرض ہے اور اس پر ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ ان ساری چیزوں کا اہتمام کرے لیکن ؏

آنکہ خود گمراہ است کرا رہبری کند

ہمارے یہاں تو یہ معاملہ ہے۔ جب حکمرانوں کی سیرت و صورت، اخلاق، کردار اسلامی نہیں تو وہ دوسروں کو مسلمان بنانے اور ان کی اسلامی تربیت کا کیا اہتمام کریں گے؟ ایک حقیقی حکمران وہی ہو سکتا ہے، جو مسلمانوں کے دین و ایمان کی حفاظت کرے، ان کے اعمال کی حفاظت کرے اور خود بھی نیکی و تقویٰ کی راہ پر چلے تو لوگوں کو بھی چلائیں۔

نماز کا اہتمام

آپ دیکھیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا جانشین کسی کو نامزد نہیں کیا بلکہ محض سیدنا صدیق اکبرؓ کو امامت کے لیے حکم دیا۔ جیسا کہ تفصیلات موجود ہیں کہ آپ نے صدیق اکبرؓ کو امامت کا حکم دیا تو حضرت عائشہؓ نے عرض کیا کہ وہ رقیق القلب ہیں۔ غم کے پیش نظر یہ کام ان سے نہ ہو سکے گا۔ لیکن آپ نے سختی سے منع فرمایا۔ کہ انہیں حکم دو۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ صدیق اکبرؓ نے نماز پڑھائی۔ چندے بعد آپؐ کو افاقہ ہوا تو آپؐ تشریف لائے صدیق اکبرؓ مصلیٰ خالی کرنے لگے تو آپؐ نے منع فرمایا۔ چنانچہ انہوں نے نماز پڑھائی اور نماز کے معاملہ میں جتنا اہتمام ہے اسی کے پیش نظر جانشینیٔ پیغمبرؐ کے لیے لوگوں کی نگاہیں آپؓ پر پڑیں۔ صحابہ کرامؓ میں سے حضرت صدیق اکبرؓ کو بالخصوص یہ اعزاز جو ملا تو اس لیے کہ ان کی قربانیاں اور ایثار اپنی مثال آپ ہے۔ یوں تو سارے ہی صحابہؓ نے دین حق کی سربلندی، اعلاء کلمۃ الحق اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے لیے بے بہا قربانیاں دیں لیکن جو حصہ صدیقؓ کا ہے وہ کسی کا نہیں۔

عاقل، بالغ مردوں میں سے سب سے پہلے ایمان لائے اور محض حضور علیہ السلام کی ابتدائی دعوت پر، کوئی تحقیق نہیں کی، چھان پھٹک نہیں کی۔ ادھر آپ نے دعوت دی ادھر انہوں نے مان لیا اور پھر اس کے بعد خود مبلغ بن گئے۔ بڑے بڑے اجل صحابہ کرامؓ ان کی دعوت و تبلیغ کے پیش نظر دربارِ رسالت میں حاضر ہوئے اور مسلمان ہوئے جن میں حضرت عثمانؓ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف جیسے حضرات شامل ہیں۔

حضرت صدیقؓ کا ایثار و قربانی اس کے بعد کوئی موڑ

ایسا نہیں آیا جب صدیق رضؓ نے فدائیت و ایثار کا مظاہرہ نہ کیا ہو۔ تفصیلات سے قطع نظر محض چند باتیں غور طلب ہیں۔

خانہ کعبہ میں جناب نبی کریم علیہ السلام پر حملہ ہوتا ہے۔ مدافعت کرتے ہیں، دشمن آپؓ پر ٹوٹ پڑتے ہیں اور حالت یہ ہو جاتی ہے کہ گھر والے موت کا یقین کر لیتے ہیں لیکن چندے بعد ہوش آجاتی ہے تو دودھ پینے سے انکار فرما دیتے ہیں جب تک آقا کو بخیر و عافیت اپنی نظروں سے نہ دیکھ لیں۔

ہجرت کی رات محمد کریمؐ کی رفاقت کے لیے خدا نے آپ کو نامزد کیا اور نبی اُمّی علیہ السلام خدا کے حکم سے آپ کو ساتھ لینے آپ کے گھر گئے، ساتھ لیا اور پھر جو کچھ آپ نے کیا اس کا اندازہ اتنی سی بات سے ہو سکتا ہے کہ آسمان ستاروں سے جگمگا رہا ہے۔ حضرت عائشہ رضؓ سوال کرتی ہیں۔ حضورؐ! اتنی نیکیاں کسی کی ہوں گی؟ فرمایا عمر فاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی۔ اور جب اپنے ابا کے متعلق پوچھتی ہیں تو ارشاد ہوتا ہے۔ محض ہجرت کی رات کی نیکی سب پر بھاری ہے۔

اپنی بیٹی کا رشتہ حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کو دیا اور یہ بیٹی ام المؤمنین بننے کے ساتھ ساتھ امت کی مخدومہ اور معلمہ بنی۔ حتیٰ کہ بڑے بڑے صحابہؓ اس آستانہ سے آکر مسائل پوچھتے۔

تبوک کی جنگ کے موڑ پر آئیں تو آپ کو صدیق اکبرؓ ہی نظر آئیں گے جو سارا مال لا کر آقا کے قدموں میں ڈھیر کر دیتے ہیں اور ایک دمڑی گھر نہیں چھوڑتے۔ سچ ہے ؎

پروانہ کو چراغ بلبل کو پھول بس
صدیقؓ کے لیے ہے خدا کا رسولؐ بس

حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سفرِ معراج کا ابو جہل کی زبان سے حال سنا تو تصدیق کر کے صدیق بن گئے۔

الغرض آپ کا جو کردار ہے اس کی مثال دنیا میں مشکل سے ملے گی۔

خلیفہ بننے کے بعد

اور جب ملت آپ کو جانشینیٔ پیغمبرؐ کے لیے منتخب کرتی ہے تو آپ نے سب سے پہلی جو تقریر فرمائی اس میں واضح کیا:۔

"اگر میں کتاب و سنت کی پیروی کروں تو تم میری پیروی کرو۔ اگر میں بھٹک جاؤں، اس راستہ سے ہٹ جاؤں تو میری اصلاح آپ لوگوں کا فرض ہے۔"

حقیقت یہ ہے کہ سیدنا صدیق اکبرؓ نے حکمرانوں کے لیے ایک شاہراہ عمل تجویز کر دی اور بتلا دیا کہ مسند اقتدار پر بیٹھ کر بھی انسان کو خدا کی اطاعت سے منہ نہ موڑنا چاہیے۔

برکات و ثمرات

جب انہوں نے اپنے لیے یہ لائن متعین کر لی اور پھر اس کے مطابق عمل بھی کیا تو قدرت نے اتنا نوازا، اتنا نوازا کہ دنیا دنگ ہو کر رہ گئی۔

خلیفہ بنتے ہی ساری دنیا میں فسادات کی لہر اُٹھ کھڑی ہوئی۔ حضور علیہ السلام کے دنیا سے اٹھ جانے کا صدمہ مسلمانوں کو نڈھال کئے ہوئے ہے تو دوسری طرف زکوٰۃ کا انکار، نبوت کے دعوے اور اس قسم کی پریشان کن صورتِ حال۔

لیکن صدیق اکبرؓ کا کردار کتنا عظیم ہے، کہ نعرۂ رستاخیز بلند فرماتے ہیں:۔

اَیُنقَصُ الدِّینُ وَ اَنَا حَیٌّ۔ کہ میں زندہ ہوں اور دین میں کمی کی جائے؟

چنانچہ مسلمانوں کی مختصر فوج کو مختلف محاذوں پر بھیج دیا۔ اور اس طرح ایک ایک فتنہ کا سر کچل دیا۔

جھوٹی نبوت کا فتنہ

واقعہ یہ ہے کہ آپ نے جھوٹے مدعیانِ نبوت کا فتنہ کچل کر رکھ دیا۔ اور آنے والی نسلوں کو

ایک سبق پڑھا دیا کہ ردائے نبوت کے ڈاکوؤں کا یہ انجام ہوا کرتا ہے۔

آج افسوس ہے کہ ہمارے ملک میں جو اسلام کے نام پر بنا اور حاصل ہوا اس میں جھوٹی نبوت کا کاروبار دھڑلے سے جاری ہے۔ طویل جدوجہد اور قربانیوں کے بعد ستمبر ۱۹۷۴ء میں مرزائیوں کے کفرو ارتداد کا سرکاری اعلان تو ہو گیا لیکن اس فیصلہ کو عملی جامہ ہنوز نہیں پہنایا گیا بلکہ یار لوگوں کی جرأتیں پہلے سے بڑھ گئی ہیں۔

اسی طرح مانعین زکوٰۃ کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیا۔

فاروقی فتوحات

سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شخصیت اور ان کی فتوحات کا بہت زیادہ چرچا ہے اور واقعہ بھی یہ ہے کہ فاروق واقعی فاروق تھے لیکن بقول ایک محقق اگر اندرونی استحکام کا مسئلہ جناب صدیق اکبرؓ حل نہ کیا ہوتا تو جناب فاروقؓ کے لیے بڑی مشکلات پیدا ہو جاتیں۔

اور اس ساری قربانی و ایثار کے بعد بیت المال پر بوجھ نہیں بلکہ محض ایک عام آدمی کا مشاہرہ و وظیفہ لیتے ہیں اور وہ بھی جب موت کا وقت آتا ہے تو بیٹی کو نصیحت فرما دیتے ہیں کہ حساب کر کے میری فلاں مختصر جاگیر سے واپس کر دیں۔ اسی پر حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا کہ

"خدا ابو بکرؓ پر رحم فرمائے اپنے بعد والوں کے لیے بڑی مشکلات پیدا کر گیا"۔

اور پھر یہ حالت ہے کہ نیا کفن پسند نہیں کیا اور فرمایا۔ "انہی کپڑوں میں دفنا دینا یہ نئے کپڑے کسی کے کام آ جائیں گے"۔

الغرض اسی حسن عمل و حسن کردار نے یہاں تک پہنچایا کہ امن و اطمینان، سکون، فارغ البالی و خوشحالی اور خدا کی ہر طرح جود و بخشش ان کا مقدر بن گئی۔ وجہ محض اتنی ہے کہ انہوں نے قرآن و سنت کو اپنایا۔ اور اسی حقیقت کبریٰ کی طرف اللہ تعالیٰ نے قرآن میں توجہ دلائی۔

بنی اسرائیل کے واقعات میں فرمایا کہ اگر یہ لوگ تورات و انجیل کو اپنا لیتے، قائم کرتے تو زمین و آسمان کی برکات اور نعمتوں سے مستفید ہوتے۔ تورات و انجیل کے قیام پر یہ وعدہ ہے تو قرآن قرآن ہے۔

آج ہماری مشکلات، مصائب اور پریشانیوں کی دوری کا ایک ہی طریقہ ہے کہ اس کتاب مقدس کو اپنائیں جناب صدیقؓ نے فرمایا کہ اس قوم کے بعد والے اسی چشمۂ صافی سے صلاح و فلاح حاصل کر سکیں گے۔ جس سے پہلوں نے حاصل کیا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اسوۂ صدیقی پر عمل کی توفیق دے۔

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

سردارِ قوم

سَیِّدُ الْقَوْمِ خَادِمُهُمْ (بخاری)

قوم کا سردار وہ ہے جو قوم کا خادم ہو۔

جو بھی ہے غمخوار و خدمت گارِ قوم
فی الحقیقت ہے وہی سردارِ قوم

(ابوالکلیم اسعدی)

گنبدِ خضرا کے مکیں

نتیجۂ فکر پیر غلام دستگیر نامی لاہور

گنبدِ خضریٰ کے نیچے کون ہیں خلوت گزیں
ہاں مکینِ اوّلیں ہیں رحمۃ للعالمین

وہ جہاں ہوں رحمت اس جا دخل پا سکتی نہیں
رحمت و برکاتِ حق کی ہے یہ منزل گہ زمیں

ایسی رحمت کی جگہ ہے اور کس کس کا مقام
کون خوش قسمت ہیں ایسے جو ہیں رحمت کے قریں

ایک ہے صدیق رضؓ مالک عزم و استقلال کا
سر کچل ڈالا تھا جس نے ہر مضل و ضال کا

رکنِ اسلامی کے منکر، مرتد اور جھوٹے نبی
جن میں تھا ہر ایک منکر، دین کے اعمال کا

لشکرِ صدیق رضؓ کے آگے ہوئے سب منہدم
حق تھا یاور ہر زماں صدیقِ رضؓ فرخ فال کا

دوسرا فاروقِ اعظم رضؓ شیر افگن شیر گیر
گردنِ کسریٰ و قیصر دام کے جن کے اسیر

فاتح ایران و شام و مصر وہ گرگینہ پوش
تختِ شاہاں زیر پا اور آپ قاعد بر حصیر

یہ ہیں وہ ساتھی رہے دائم جو حضرت کے حضور
اور نہیں آیا کبھی ان کی رفاقت میں قصور

یہ سفر میں بھی حضر میں بھی رہے ہیں ساتھ ساتھ
جان دے کر بھی رکھیں حضرت سے پیوستہ قبور

رحمۃ للعالمینؐ کے قرب میں ہر دم رہے
قرب یہ حاصل ہوا ان کو الیٰ یوم النشور

دم قدم سے ان کے ہی اسلام کا روشن ہے نام
ہیں عجم اور روم کے سب بادشاہ ان کے غلام

دینِ حق کی سربلندی میں رہے کوشاں مدام
شاہد اس کے ہیں عراق و مصر اور ایران و شام

چونکہ بہرِ حق انہوں نے کی اشاعت دین کی
اس لیے ہم پہ ہے واجب ان کا عز و احترام

جو کہ ان اللہ کے پیاروں سے گستاخی کرے
وہ سمجھ لے اپنے حق میں خلد کی خوشبو حرام!

جناب چودھری محمد یوسف ایم اے کی کتاب "ایک مفسرِ قرآن" کا دیباچہ جو حضرت لاہوری قدس سرّہ کے پرانے شاگرد اور فیض یافتہ علامہ علاؤ الدین صدیقی کے قلم سے ہے پیش خدمت ہے۔
علامہ صاحب ان دنوں صاحب فراش ہیں۔ خدا انہیں صحت دے۔ (ادارہ)

شیخ التفسیر قدس سرّہ

علامہ محمد علاؤ الدین صدیقی سابق وائس چانسلر پنجاب یونیورسٹی، لاہور

ع ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پر روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

خدام الدین و مخدومانِ ملت کا ایک روحانی قافلہ ہماری آنکھوں کے سامنے گزشتہ چند برسوں میں جہانِ فانی سے نکل کر راہیٔ ملکِ بقا ہو گیا۔ عظمت کا ایک دَور تھا جسے آنکھیں پھر نہ دیکھ سکیں گی۔ اس مقدس کارواں میں مفسر، محدث، فقیہ، اولیاء، اصفیاء سب ہی شامل تھے۔ ان میں شیخ التفسیر مولانا احمد علیؒ اس لیے خصوصًا قابلِ ذکر ہیں کہ ماضی قریب میں اس سرچشمۂ فیض سے سیراب ہونے والوں کی وسیع تعداد اطراف و اکنافِ عالم میں پھیلی ہے۔ خدمتِ قرآن حکیم کے اعتبار سے اس زمانے میں شاید ہی کسی بزرگ نے اتنی شہرت پائی ہو۔ پاکستان و ہندوستان سے باہر افریقہ، مشرقِ وسطیٰ، انڈونیشیا اور ملائشیا میں خود اس احقر کو ان افراد سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ جنہیں اس چشمۂ فیضِ قرآن سے فیض یاب ہونے کی عزت ملی۔ بلکہ بعض اوقات اس ذرّے کو (راقم الحروف کو) اس آفتاب سے تعلق تھا وہ باہر کے ممالک میں بھی باعث صد عزت و احترام بنی — استادیؒ کی شہرت علم و عمل اقتضائے عالم میں پھیلی ہے۔

محمد یوسف چودھری ایم۔ اے نے خدام الدین میں "ایک مفسرِ قرآن" کے عنوان سے مرحوم کے سوانح حیات سے متعلق ایک سلسلۂ مضامین شائع کیا تھا اب ان کا ارادہ ان کو کتابی صورت میں شائع کرنے کا ہے اگرچہ ان مضامین کا تاریخی پہلو قدرے تشنہ ہے۔ تاہم بہت مفید معلومات فراہم کی گئی ہیں۔ مصنف موصوف نے اس سیہ کار کو چند حروف بطور پیش لفظ لکھنے کی فرمائش کی ہے۔ مرحوم کا جو عظیم احسان اس احقر کی گردن پر ہے اس کے پیشِ نظر باوجود عدمِ فرصت قلم اٹھانے کا وعدہ کیا۔ اگرچہ تعمیل میں خاصی تاخیر ہو گئی۔

مولانا مرحوم نے نصف صدی سے زیادہ کتاب و سنت کی شاندار علمی خدمت انجام دی۔ درسِ قرآن حکیم درس مشکوٰۃ شریف و درس حجۃ اللہ البالغہ، ان کی تدریسی خصوصیات میں مشمول تھے۔ علماء، صلحاء، ماہرین و متخصصین طالبانِ شریعت اور مشتاقانِ طریقت غرض ہر ذوق کے تشنگانِ علم و دین کو حسبِ مدارج فہم، قرآن حکیم کے معارف سے آشنا کرنا ان کا خاص کمال تھا۔ مغربی علوم کے دلدادگان کو علوم قرآنی کا عاشق بنا دینا ان کی کرامت تھی۔ عوام کے دلوں میں قرآن کے ساتھ ایک والہانہ دل بستگی پیدا کر دینا ان کی دلنواز شفقت و محبت کا اعجاز تھا۔

مصنفِ کتاب کا شوق و ہمت قابلِ داد ہیں۔ سوانح حضرت شیخ التفسیرؒ کے علاوہ زورِ قلم نے بہت سے علمی معارف بھی اس سلسلے میں منسلک کر دیے ہیں جو اربابِ ذوق کے لیے بہت مفید ہوں گے۔ حضرت شیخ التفسیر کی پاکیزہ زندگی میں جذبۂ خدمت دین و شوقِ حریت کا ایک حسین امتزاج تھا جس نے ایک بے پناہ قوتِ عمل کی حیثیت سے ہزاروں مردہ دلوں

(باقی صد۱۲ پر)

حاصلِ مطالعہ

اسلامی کردار ــــــ چند جھلکیاں

قاضی ضیاء اللہ جامع شبیریہ میانی

حضرت علیؓ کی دو تلواریں

ایک دفعہ ایک سید حج کرنے کے لیے جا رہا تھا۔ چلتے چلتے بغداد میں حضرت جنید بغدادیؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے اس سے پوچھا تم کون ہو؟ کس کی اولاد ہو؟ کہاں سے آ رہے ہو؟ اس نے کہا سید ہوں، گیلان میرا وطن ہے۔ آپ نے فرمایا تمہارے دادا حضرت علی کرم اللہ وجہہ دو تلواریں چلایا کرتے تھے ایک کافروں پر دوسری اپنے نفس پر۔ تم کونسی تلوار چلاتے ہو؟ وہ شخص قدموں پر گر پڑا اور کہا میرا حج یہیں ہو گیا ہے۔

مرد کی قسمیں

حضرت امام حسنؓ سے کسی نے سوال کیا کہ محترم! دنیا میں مردوں کی کتنی قسمیں ہیں۔ آپ نے جواب دیا۔ تین، (۱) پورا مرد، (۲) نیم مرد، (۳) نامرد۔ سائل آپ کی صورت مبارک دیکھنے لگا، متحیر ہو کر پوچھا، حضرت! جواب کی وضاحت فرمائیں۔ حضرت حسنؓ نے جواب دیا پورا مرد وہ ہے جو خود بھی صاحب الرائے ہو، اور دوسروں سے مشورہ بھی لیتا ہو۔ (۲) نیم مرد وہ ہے جو صاحب الرائے تو ہو لیکن کسی اور سے مشورہ نہ لیتا ہو۔ اور (۳) نامرد وہ ہے جو نہ تو خود صاحب الرائے ہو اور نہ کسی سے مشورہ لیتا ہو۔

اولیاء اللہ کی دنیا سے بے نیازی

شہنشاہ اکبر درویشوں کا بڑا معتقد تھا۔ ایک درویش کی روحانیت اور بے نیازی کا بڑا چرچا سنا تھا۔ اکبر اسے ملنے چلا گیا۔ جب یہ درویش کے غریب خانہ میں پہنچا تو خدم و حشم اس کے ہمراہ تھے۔ بادشاہ گھوڑے سے اتر کر فقیر کی جھونپڑی میں حاضر ہوا۔ درویش شانِ بے نیازی سے دونوں پاؤں پھیلائے بیٹھا ہوا تھا۔ لوگوں کا خیال تھا کہ درویش بادشاہ کو دیکھتے ہی پاؤں سمیٹ لے گا لیکن اس نے ایسا نہیں کیا، جیسے پہلے بیٹھا تھا اسی طرح اکبر کے سامنے بھی بیٹھا رہا۔ مصاحبین میں سے کسی نے درویش سے کہا شاہ صاحب! آپ کے روبرو ہندوستان کا شہنشاہ موجود ہے اس کی تعظیم بجا لائیے۔ درویش نے جواب دیا ایک سجدے نے مجھے بہت سے سجدوں سے بے نیاز کر دیا ہے۔ ؎

وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے دیتا ہے تجھ کو نجات

مصاحب نے پوچھا یہ آپ نے پیر کب سے پھیلانے شروع کر دیے ہیں، درویش نے جواب دیا جب سے ہاتھ سمیٹے ہیں پاؤں پھیلائے ہیں۔

نورالدین زنگی

اپنے کردار سے اتنا بڑا انسان تھا کہ صلاح الدین ایوبی میں اس کے کردار کا ایک پرتو پایا جاتا تھا اور صلاح الدین ایوبی نے اپنے کردار اور شخصیت کی تعمیر نورالدین زنگی ہی کی صحبت اور سرپرستی میں کی اور اسی کے نقش قدم پر چلنے کو اپنے لیے ایک پیسہ بھی نہ لیتا تھا۔ اس کی گزراوقات مالِ غنیمت یا اپنے کسی کام کی اجرت پر ہوتی تھی۔ گھر میں تنگی و ترشی و عسرت رہتی تھی۔ بیوی اس سے تنگ آ چکی تھی۔ اس نے شوہر سے کہا مصر و شام کا علاقہ تمہارے زیرنگیں ہے اور تمہارے گھر کا یہ عالم ہے کہ اس میں آسودگی کا نام و نشان تک نہیں ملتا۔ نورالدین نے افسوس سے جواب دیا۔ بیگم! خزانہ عوام کا ہے اور مجھے اس کی چوکیداری د

حفاظت پر مقرر کیا گیا ہے۔ کیا تم یہ چاہتی ہو کہ میں تمہاری خوشی اور گھر کی آسودگی کے لیے خیانت اور بددیانتی کا جرم کرکے اپنے لیے جہنم میں ٹھکانہ بنا لوں۔ بیوی نے شرمندہ ہو کر منہ پھیر لیا اور دیر تک ندامت سے آنسو بہاتی رہی۔

امام غزالیؒ کا ارشاد

افسوس تو اس پر ہے کہ عاقل اور سمجھ دار لوگ اپنے سے کم تر عقل کے کسی آدمی کے پاس دولت دیکھتے ہیں تو تعجب سے یہ کہنے لگتے ہیں کہ خوب! ہم جو عالم اور عاقل ہیں تو دولت سے محروم ہیں اور وہ جاہل جو عقل اور علم سے محروم ہے دولت مند ہو گیا ہے۔ خدا کی تقسیم کتنی عجیب ہے یہ تو ایسی ہی بات ہوئی جیسے حاکم وقت دو آدمیوں میں سے ایک کو تو گھوڑا بخشش میں عنایت فرمائے اور دوسرے کو غلام اور گھوڑے والا یہ کہنے لگے۔ واہ جناب! یہ حاکم وقت بھی کتنا احمق ہے جس نے گھوڑے کے ساتھ غلام بھی مجھے مرحمت نہ فرمایا۔ یہ دونوں چیزیں مجھے ہی ملنی چاہئے تھیں۔ انسان کی طمع اور حرص علم و دانش کو بھی ضائع کر دیتی ہے اور عالم اور عاقل کا اپنے سے کم تر عقل کے دولت مند کا اس طرح موازنہ کرنا عقل و دانش کا نقصان نہیں تو اور کیا ہے؟ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

توبہ

کہتے ہیں کہ بصرہ میں ایک رئیس تھا۔ ایک دفعہ اپنے باغ میں گیا تو اس کی نظر ایک کسان عورت پر پڑ گئی جو اپنے حسن و جمال میں یکتا و بے مثال تھی۔ رئیس اس کے حسن و جمال پر فریفتہ ہو گیا۔ چنانچہ اس نے اس کے خاوند کو کسی کام پر بھیج دیا تاکہ بعد میں اپنی ہوس پوری کر لوں گا چنانچہ عورت کو حکم دیا کہ سارے دروازے بند کر دو۔ پاکباز عورت نے جرأت مندانہ جواب دیا کہ اور تو سب دروازے بند کر سکتی ہوں لیکن ایک دروازہ کسی صورت میں بھی بند نہیں کر سکتی۔ رئیس نے جلدی سے پوچھا کہ کونسا دروازہ؟ عورت نے جواب دیا وہ دروازہ جو ہمارے اور خدا کے درمیان ہے۔ رئیس یہ سن کر سخت نادم ہوا اور توبہ کر لی۔

مومن کا رب

فرعون کا دعویٰ تھا انا ربکم الاعلیٰ، کیونکہ دولت وسلطنت کے نشہ میں بدمست ہو چکا تھا اور خود کو رب کہلواتا تھا۔ مگر سارے تو چڑھتے سورج کے پجاری نہیں ہوتے۔ ہر قسم کی تکلیف و مشقت تو برداشت کر لیتے مگر رب صرف ایک (اللہ تعالیٰ) کو ہی مانتے تھے اور وہی محافظ کافی ہوتا۔ چنانچہ دو درباریوں نے فرعون سے ایک مومن کی چغلی کھائی کہ یہ اپنا رب اللہ کو سمجھتا ہے فرعون کو نہیں۔ فرعون نے اس کو بلوایا اور ان دونوں کو بھی اور ان درباریوں سے پوچھا کہ تمہارا رب کون ہے؟ انہوں نے کہا "فرعون"۔ پھر فرعون نے مومن سے پوچھا کہ تیرا رب کون ہے؟ مومن نے جواب دیا میرا رب وہی ہے جو ان دونوں کا رب ہے (یعنی اللہ تعالیٰ جو سب کا رب ہے) فرعون نے چغلی کھانے والوں سے کہا کہ تم نے ایسے شخص کو مجھ سے قتل کرانے کی سفارش کی جو میرے ہی دین پر ہے۔ پھر حکم دیا کہ دونوں کو قتل کر دیا جائے (سچ فرمایا فخر دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ من حفر بیراً لاخیہ فقد وقع فیہ کہ جو شخص کسی دوسرے بھائی کے لیے کنواں کھودتا ہے خود اس میں گرتا ہے) اور یوں اللہ تعالیٰ اپنے ماننے والوں کی حفاظت فرماتے ہیں۔ ـــ ۵

دل بیدار پیدا کر کہ دل خوابیدہ ہے جب تک
نہ تیری ضرب ہے کاری، نہ میری ضرب ہے کاری

بقیہ: شیخ التفسیرؒ

کو شگفتگی عطا کی۔ اس چراغ روحانیت نے لاکھوں چراغ روشن کر دیے۔ اس روشنی کی جھلکیاں آپ کو اس کتاب "ایک مفسر قرآن" میں ہی ملیں گی۔

اے قدوس حق نواز! جس طرح مرحوم نے قرآن حکیم کے ختم نہ ہو سکنے والے انوار و معارف کو تیرے بندوں میں عام کرنے کی کوشش کی۔ تو بھی ان پر اپنی رحمتوں کی ہمیشہ جاری رہنے والی بارش برسا۔ الٰہ العالمین! ان کے جاری کردہ فیض کو ہمیشہ جاری رکھ اور ان کے جانشینوں اور نام لیوا مصنف کتاب کو توفیق خدمت اسلام ہمیشہ ہمیشہ بخش۔ آمین!

سنہ ۱ نبوی۔ ثانیٔ اسلام۔ سیدنا ابوبکرؓ نے سب سے پہلے اور بغیر تردّد یا جھجک کے اسلام قبول کیا۔
ثانیٔ تبلیغ۔ عشرہ مبشرہؓ کی اکثریت جلیل القدر صحابہؓ اکثر غلام اور کنیزیں سیدنا ابوبکرؓ کی پُرجوش تبلیغ سے ایمان لائے۔

سنہ ۴ نبوی اوّلین مجاہد۔ سیدنا ابوبکرؓ پہلے شخص ہیں جو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے کفّار سے لڑے اور حضور علیہ السلام کو بچاتے ہوئے خود اتنے شدید زخمی ہوتے کہ سب آپ کی زندگی سے مایوس ہو گئے۔

سنہ ۱۰ نبوی۔ واقعۂ معراج پر صدیق کامل کی قوتِ ایمانی نے بہت سے مسلمانوں کو ٹھوکر کھانے سے بچا لیا۔

سنہ ۱۳ نبوی ثانی اثنین۔ مَا ظَنُّكَ بِاثْنَيْنِ اللّٰهُ ثَالِثُهُمَا (اے ابوبکرؓ!) تمہارا ان دو کی نسبت کیا گمان ہے جن کا تیسرا اللہ ——— اللہ اکبر! یہ قربِ الٰہی کا وہ مقام ہے جہاں صرف اللہ، رسولؐ اور صدیقؓ ہیں۔ قرآن پاک خود اس کی تصدیق کرتا ہے۔ ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا۔ (”دو میں کا دوسرا جبکہ وہ دونوں غار میں تھے۔ جس وقت وہ اپنے دوست سے کہتے تھے۔ غمگین نہ ہو یقیناً اللہ ہمارے ساتھ ہے“)

سنہ ۲ھ۔ ثانی بدر اور اشجع الناس۔ میدان بدر میں حضورؐ کے مستقر یعنی ہیڈ کوارٹر میں حضورؐ کے ساتھ ان کے رفیقِ خاص سیدنا ابوبکر بطور دفاعی مشیر یعنی چیف آف سٹاف کے تھے۔ صدیقؓ کی شانِ شجاعت پر شیرِ خدا نے انہیں ”سب سے زیادہ بہادر“ کا خطاب دیا۔

سنہ ۳ھ احد میں شِمْ سَيْفَكَ وَاسْتَغْنِ بِكَ۔ تلوار میان میں کر لو اور ہمیں اپنی ذات سے فائدہ اٹھانے دو کہہ کر نوازا گیا۔

سنہ ۹ھ اولین امیرالحج۔ اسلام میں سیدنا ابوبکرؓ اولین امیرالحج مقرر ہوئے۔

سنہ ۱۱ھ ثانیٔ امامتِ نماز۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم سے ان کی دورانِ علالت سیدنا فاروق اعظمؓ نے ان کے حکم سے پندرہ روز نماز پڑھائی۔

سنہ ۱۱ھ امیرالمجاہدین آغازِ خلافت میں صورتِ حال یہ تھی کہ جھوٹے مدعیانِ نبوّت، منکرینِ زکوٰۃ، مرتدین اور دوسرے دشمنانِ اسلام کی وجہ سے ملک کے اندر ہر طرف خانہ جنگی اور بغاوت کا طوفان بپا تھا اور سرحدوں پر قیصر و کسریٰ مسلمانوں کی تاک میں تھے۔ اس نازک وقت میں سیدنا صدیق اکبرؓ نے جس عزم و استقلال، جرأت و بہادری اور حکمت و فراست کا ثبوت دیا۔ روئے زمین پر اس کی مثال ملنی ناممکن ہے۔ قریب تھا کہ ارتداد کی آگ سارے جزیرے کو جلا کر خاک کر دے اور اسلام کا نام ہمیشہ کے لیے صفحۂ ہستی سے مٹا دے سیدنا صدیق اکبرؓ نے دینِ خدا کی وہ

خدمت انجام دی۔ جس نے اسلام کو دوبارہ اس جزیرہ میں زندگی بخشی۔ اسلام کی ساری تاریخ میں اس قسم کی مثال ملنی ناممکن ہے اور آج تک مسلمانوں میں کوئی ایسا فرد پیدا نہیں ہوا جس نے دین اسلام کی ایسی عظیم الشان خدمت کی ہو جیسی صدیق اکبرؓ نے

(خلفائے محمدؐ از عمر ابو النصر)

سپریم کمانڈر کی حیثیت سے سیدنا ابو بکرؓ نے گرینڈ سٹریٹجی یعنی دفاعی لام بندی، فوجی، سیاسی، اقتصادی، نفسیاتی، نشر و اشاعتی تمام منصوبے مرتب کئے۔ مدینہ کو جنگی ہیڈکوارٹر قرار دیا۔ چونکہ سپریم کمانڈر کا قیام ہیڈکوارٹر میں ناگزیر تھا۔ اس لیے انہوں نے اہل کمانڈروں کی کمان میں گیارہ لشکر مرتب کرکے اطرافِ ملک میں بھیجے۔ فوجوں کی نقل وحمل کے متعلق تمام احکام سپریم کمانڈر صدیق اکبرؓ مدینہ سے جاری کرتے تھے۔

نو ماہ کے قلیل عرصہ میں سیدنا صدیق اکبرؓ نے ایک ایک فتنے کا قلع قمع کرکے عرب کو ایک سیاسی وحدت میں تبدیل کر دیا۔

(جہادِ صدیقؓ از جنرل محمد اکبر خاں)

۱۲ھ فاتح ہرمز و ہرقل۔ طوفانِ ارتداد کو فرو کرتے ہی سیدنا صدیق اکبرؓ نے فوراً اپنی توجہ روم و فارس کی طرف کی۔ ذات السلاسل کی زبردست فتح میں سلطنت فارس کا جرنیل ہرمز مارا گیا۔ ۱۲ھ کے اختتام سے پہلے کسریٰ کا زور توڑ ڈالا۔ اور لشکرِ اسلام دجلہ کے کنارے تک جا پہنچا۔

۱۳ھ جمادی الاولیٰ میں "اجنادین" کی عظیم الشان فتح سے اسلامی پرچم دریائے یرموک کے کنارے لہرانے لگا۔ اور ہرقل شہنشاہ روم حسرت سے "اے سرزمین شام! تجھے آخری سلام"۔ کہتا ہوا رخصت ہو گیا۔

۱۳ھ علمبردارِ مساوات:۔ سیدنا صدیق اکبرؓ نے ایران اور روم کے خلاف سب سے بڑا ہتھیار جو اختیار کیا وہ مساوات کا تھا۔ اس کے ایک رخ کا تذکرہ ایک عیسائی مورخ کی زبانی دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ وان کریمر لکھتا ہے:۔

"حقیقی اسلام کا استحکام قطعی طور پر جمہوری اور اشتراکی اصولوں پر سالانہ وظائف کی تقسیم تھا۔ اس طریق جدید کو مخلصانہ طور پر عمل میں لانے سے نہایت ہی عجیب اور اہم نتائج مرتب ہوتے۔ جو کہ نہ صرف تاریخ اسلام کا ایک سنہرا باب ہیں بلکہ تاریخ عالم میں ان کو افضلیت اور اہمیت حاصل ہے۔"

۱۳ھ قرآن پاک کو کتابی صورت میں جمع اور مدون کرنے کی اتنی بڑی سعادت سیدنا صدیق اکبرؓ کے حصہ میں آئی۔ جس کے اجر و ثواب کا اندازہ نہیں۔

۱۳ھ ۲۱ جمادی الثانی سوموار بمطابق ۲۲ اگست ۶۳۴ء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رفیق غار جسے ساری عمر حضور علیہ السلام کی خوشنودی حاصل رہی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا رفیق قبر بن گیا۔

امیر المتقین:۔ بقول امام جوزیؒ اجماع امت ہے کہ وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى میں حق تعالیٰ نے ابوبکرؓ کو "اتقیٰ" یعنی سب سے زیادہ پرہیزگار فرمایا ہے۔ پھر فرمایا۔ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ۔ یعنی بالتحقیق اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ بزرگ وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔"

دونوں آیتوں سے منطق کی شکل اول یہ بنی۔ کہ ابوبکرؓ سب سے زیادہ پرہیزگار ہیں۔ سب سے زیادہ پرہیزگار۔

قرآن مجید کے اس فیصلے کو ایک شاعر نے اپنے الفاظ میں یوں کہا ہے ؎

صدیق یارِ غار افضل البشر
بعد از نبی بزرگ توئی قصہ مختصر

آئین اسوۂ خیر البشر ہے سیرتِ عالی
تعالی اللہ یہ شان سیرت وکردار کیا کہنا
نمایاں ہے من اعطیٰ واتقیٰ سے شانِ صدیقی
ہے ان کا منقبت خواں خالقِ انوار کیا کہنا

حضرت الانور زید مجدہم ——— لاہور سے پشاور

دارالعلوم حقانیہ کی پُرخلوص محفل

روحانی علمی تقریبات ——— مدرسہ تعلیم الفرقان کی مسجد کا سنگِ بنیاد

مارفرح کے اس دورہ کی رپورٹ دیر سے موصول ہوئی بہرحال اب بھی اس میں تازگی ہے کہ اللہ والوں کے احوال ہی ایسے ہیں جناب محمد سلیم کے شکریہ سے یہ ہدیہ قارئین ہے (علوی)

مرشدی جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ صاحب دامت برکاتہم مورخہ ۲۶ ۷ بجے شام بذریعہ طیارہ پشاور پہنچے پشاور کے معتقدین کا جم غفیر ہوائی اڈہ کے باہر جمع تھا حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب اور مولوی فضل الرحمٰن بن حضرت مفتی محمود صاحب ہوائی اڈہ پر آپ کے استقبال کے لئے موجود تھے۔ حاجی خوشی محمد صاحب کے بنگلہ پر واہ کینٹ میں تقریباً دس سال تک درس قرآن ہوتا رہا۔ حضرت کی معیت میں لاہور سے ہی تشریف لائے تھے۔ یہ اللہ والوں کا قافلہ ۸ بجے کے قریب حاجی احسان الحق خان صاحب کی کوٹھی واقع گلبہار کالونی پہنچا۔ احسان الحق صاحب ہی پشاور میں درس قرآن کے مہتمم ہیں۔ حاجی خوشی محمد صاحب کی طرح انہیں بھی اللہ تعالیٰ نے شرف قبولیت سے نوازا ہے اور تقریباً پانچ سال سے درس ہو رہا ہے۔ یہ درس ہر انگریزی مہینہ کے پہلے اتوار کو جامع مسجد گلبہار کالونی نمبر ۲ پشاور میں ہوتا ہے۔

حضرت جانشین شیخ التفسیرؒ دامت برکاتہم جب احسان صاحب کی کوٹھی کے قریب پہنچے تو "الاحسان" پر نظر پڑی۔ (یہ کوٹھی کے باہر بڑے حروف میں لکھا ہوا ہے) تو فرمایا هَلْ جَزَاءُ الاحسان اِلَّا الاِحْسَان۔ اس کے بعد اندر تشریف لے گئے۔ نوشہرہ سے حکیم رفیع الدین صاحب تشریف لائے تھے۔ اپنے بچے کو پیش کیا۔ اور عرض کی انگریزی دواؤں کے اثر سے یہ بچہ کانوں سے بہرا ہو چکا ہے آپ نے بچہ کا نام پوچھا۔ عرض کی فخر الدین۔ آپ نے فرمایا کہ بہت اچھا نام ہے۔ میرے حدیث کے استاد بھی دیوبند میں۔ حضرت مولانا فخر الدین صاحب تھے۔ یہ مراد آباد کے تھے ایک دفعہ مراد آباد میں ایک کانفرنس ہوئی۔ اس میں ایک بگھی چار گھوڑوں والی پر میرے یہ استاد فخر الدین رحمۃ اللہ علیہ۔ یہ گناہ گار۔ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ۔ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اور چھٹےؒ (ان کا نام مجھے یاد نہیں رہا) سوار تھے۔ دو سو سے زیادہ طلباء نے ہمیں سلامی دی۔ اس طرح سڑک کے دونوں طرف طلباء کہ ان کے ہاتھوں میں تلواریں تھیں اور تلواروں کی نوکیں آپس میں ملی ہوئی تھیں (حضرت نے دونوں ہاتھوں کی شہادت کی انگلیاں ملاکر فرمایا شکل کچھ اس طرح بن جاتی ہے ^) ان کے نیچے سے ہمیں گزارا گیا۔ اس کے بعد جلسہ شروع ہو۔

عشاء کی نماز کے بعد جامع مسجد میں مجلس ذکر حضرت نے کرائی اور بعد میں خطاب فرمایا۔ (یہ علیحدہ پیش خدمت ہے)

اگلے دن صبح کی نماز کے بعد حضرت نے درسِ حدیث دیا (یہ درس انشاءاللہ الگ آ جائے گا) ناشتہ کے بعد مولانا محمد دین صاحب خطیب جامع مسجد گلبہار کالونی نمبر ۲ کی درخواست پر حضرت اور حضرت قاضی صاحب ان کے گھر تشریف لے گئے۔ ان کی عیر موجودگی میں پشاور کے مشہور عالم دین مولانا مقداد الدین صاحب (یہ حضرت مولانا عزیز گل صاحب دامت برکاتہم اسیر مالٹا کے بھانجے ہیں) تشریف لائے، جتنی دیر بیٹھے رہے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا ہی ذکر کرتے رہے فرمایا کہ چوک یادگار میں جلسہ تھا۔ حضرتؒ نے تقریر فرمائی تھی، بڑی سادہ زبان میں، فرمایا کہ خود دیندار بن جاؤ۔ اگر خود دیندار نہیں بنتے تو دینداروں

کی خدمت کرو۔ آج اٹھارہ سال ہو گئے۔ تنندور والا اب
بھی مجھے روٹیاں پکا کر دے رہا ہے۔ حضرت قاضی صاحب
جب حضرت لاہوریؒ کا نام لیتے ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ احمد
علی زندہ ہے۔ جب حضرت اور حضرت قاضی صاحب تشریف
لے آئے، تو حضرت سے بھی۔ یہی فرمایا کہ حضرت قاضی صاحب
حضرت لاہوری عہد کا نام لیتے ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ احمد علیؒ
زندہ ہے حضرت نے فرمایا کہ انہوں نے دین کی خدمت کی
قرآن کی خدمت کی، محنت کی، آج ان کا نام زندہ ہے ان
کا مقصد یہ نہ تھا کہ میرا نام باقی رہے انہوں نے دین کو
زندہ کیا، خدا نے ان کو زندہ جاوید کر دیا، حضرت مدنیؒ،
شیخ الہندؒ حضرت نانوتویؒ حضرت امیر شریعت سید عطا اللہ
بخاریؒ نے دین کی خدمت کی، ان کی نیت یہ نہ تھی کہ ان کا
نام زندہ رہے انہوں نے دین کی خدمت کی خدا اُن کو زندہ
جاوید کر دیا۔

اس کے بعد حضرت اور حضرت قاضی صاحبؒ رانا محمد
عاقل خان صاحب آف راولپنڈی کی موٹر میں اکوڑہ خٹک تشریف
لے آئے، یہ منظر قابل دید تھا، دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک
کے طلبا حضرت کے منتظر تھے۔ پروانوں کی طرح ٹوٹ پڑے
یاد رہے کہ حضرت کا یہاں کوئی پروگرام نہ تھا، صرف اپنے
استاد شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب سے ملنے کے لئے
تشریف لائے تھے، دار العلوم کے دفتر میں نشست ہوئی۔
حضرت نے ہی دوسرے مہمانوں کا تعارف کرایا، حضرت نے اپنی
طرف سے اہل مجلس کو فروٹ پیش کئے جو ان کے خادم
حاجی بشیر احمد صاحب لائے حضرت اور حضرت قاضی صاحب کے متعلق
فرمایا کہ حضرت لاہوریؒ کو ان سے عشق تھا۔ انہیں ان سے عشق
تھا، آج یہ قرآن کی خدمت کر رہے ہیں، مولانا عبدالحق صاحب
کی آنکھیں خراب تھیں، دعا فرمائی اور فرمایا ان کی عمر حضرت
مولانا قاری محمد طیب صاحب موجودہ مہتمم دار العلوم دیوبند
سے کم ہے۔ ان کی صحت کافی اچھی ہے اور آپ بہت کمزور
ہو گئے، حاضرین مجلس سے فرمایا کہ یہ دیوبند ہیں اوپر کی
منزل پر درس حدیث دیا کرتے تھے، اور طالب علم نیچے
کتاب کھولے بیٹھے ہوتے تھے، پورے دار العلوم میں ان
کی آواز گونجتی تھی، انہوں نے اپنا تن من لگا دیا۔ اسی
لئے صحت خراب ہے، پاکستان بنا اور دیوبند کے راستے
بند ہو گئے تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ بڑے فکر مند رہا کرتے تھے
حضرت مدنیؒ کو بھی بڑی فکر تھی۔ جب یہ مدرسہ بن گیا تو دونوں
حضرات خوش ہو گئے کہ اب کوئی صورت بن گئی۔ حضرت رحمۃ اللہ
علیہ اس مدرسہ کے لئے بڑی دعائیں فرمایا کرتے تھے۔ اپنی مسجد
کے لئے بھی چندے کی اپیل نہیں کی لیکن اگر کبھی دیوبند
کا سفیر گیا تو خود چندے کا اعلان فرمایا کرتے تھے۔ حضرت مدنیؒ
سے بڑی عقیدت تھی۔ ان کی مجلس میں چار چار چھ چھ گھنٹے بیٹھے
رہتے۔ فرماتے کہ اگر گھٹنے ٹوٹتے ہیں تو ٹوٹتے دو مگر اپنے
شیخ کی بے ادبی نہیں ہونے دوں گا۔ حضرتؒ کو اولیاءؒ کے
تقابل کرنے کا ملکہ حاصل تھا۔ ایک دو کا تقابل تو آسان بات
ہے، لیکن زیادہ کا کرنا ان ہی لوگوں کا کام ہے حج کے لئے
جب تشریف لے جاتے تو تقابل فرماتے اور فرماتے کہ
حضرت مدنیؒ کے پائے کا ولی نہ اس سے پہلے ہوا ہے۔ نہ
آئندہ ہو گا۔ جو بات حضرت مدنیؒ کی جوتیوں میں ہے احمد علیؒ
کے دماغ میں بھی نہیں، میں بچپن میں بہت چھوٹی عمر میں
دیوبند بھیج دیا گیا تھا۔ حضرت مدنیؒ نے مجھے اپنے گھر رکھا تھا
آپ بعض اوقات لنگوٹ باندھ کر زمین پر لیٹ جاتے اور
سر کے نیچے اینٹ رکھ لیتے۔ ایک خادم نے ایک دفعہ دوڑ
کر تکیہ لا دیا۔ فرمایا کہ اب تو تکیہ لا دیا جیل میں کیا کروں گا
میں سوچتا کہ جیل میں تو چور، ڈاکو جاتے ہیں، یہ کیسے جائیں گے
یہ تو بعد میں کھلا کہ وہ کیا بات تھی یہاں ارباب مدرسہ کی طرف
سے بھی فروٹ وغیرہ کا اہتمام تھا۔ حضرت اقدس مولانا
عبدالحق کے شاگرد ہونے کی حیثیت سے نہایت درجہ احترام
کرتے ہیں۔ تو مولانا اپنی منکسر المزاجی، تواضع اور جذبہ مہمان
نوازی سے سمجھے جاتے ہیں۔ شاگرد نے استاد کی خدمت میں
کیلا پیش کیا اور عرض کیا کہ اگر طبیعت پر گراں نہ ہو متناول
فرمالیں۔ اس پر حضرت استاد یہ کہہ کر کھا لیتے ہیں کہ آپ
کے ہاتھوں سے جو ملا اس میں شفا ہے۔

دار العلوم کے طلباء نے درخواست کی کہ تھوڑی دیر میں
اپنے ملفوظات سے نوازیں، تو حضرت ان کی درخواست پر
دار الحدیث میں تشریف لے گئے۔ وہاں خطاب فرمایا یہ
خطاب انشاء اللہ الگ آ جائے گا۔ یہاں سے فارغ ہو کر
کیمبلپور تشریف لے آئے۔ راستے حضرت قاضی صاحب
نے کیمبل پور سے دو میل دور دعا کے لئے روک لیا

یہاں آپ نے ایک مدرسہ کے لئے زمین خریدی ہے حضرت
کو وہ جگہ دکھائی اور فرمایا یہاں بڑے طالب علموں کی رہائش
گاہ بھی تعمیر کی جائے گی، حضرت نے فرمایا کہ حضرت رحمۃ اللہ
فرمایا کرتے تھے اور شہروں کی نسبت مدرسہ دیوبند کے فارغ
طلباء زیادہ کامیاب رہتے ہیں۔ کہ وہ شہر سے دور ہے کھلی فضا
میں ہے دعا فرمائی اور آگے ایک میل کے بعد پھر حضرت
تھوڑی دیر کیلئے رکے۔ یہاں ایک مسجد کے لئے حضرت قاضی صاحب
نے زمین خریدی ہے اس کا نام مسجد اقصیٰ ہے۔ ابھی صرف
بنیاد رکھی ہے۔ یہ دونوں جگہیں آبادی سے دور ہیں۔ لیکن
بہت جلد آبادی ہو جائے گی، کیونکہ ارد گرد کی تمام زمین بک
چکی ہیں، یہاں دعا فرمانے کے بعد سیدھے چلے گئے اور
حضرت قاضی صاحب کے گھر میں ان کے کمرۂ خاص میں قیام
فرمایا۔ نماز ظہر کے بعد درس قرآن کا ختم تھا۔ یہ وہ درس
ہے جو حضرت قاضی صاحب روزانہ بعد نماز صبح ارشاد فرماتے
ہیں۔ یہ ۱۹۶۲ء سے شروع ہوا تھا۔ اب غالباً چھٹا یا ساتواں
ختم ہے۔ اس درس کی جمعہ اور عیدین کو بھی چھٹی نہیں ہوتی
پہلے حضرت قاضی صاحب نے مختصر خطاب فرمایا پھر حضرت
نے آخری سورۃ پر درس دیا۔ درس کے بعد عصر تک حضرت
نے لوگوں کو بیعت فرمایا۔ اسباق وغیرہ سنے اور عصر کی
نماز کے بعد آرام کے لئے تشریف لے گئے (یہ درس قرآنی
انشاء اللہ الگ شائع کیا جائے گا۔) مغرب کی نماز کے بعد مجلس
ذکر کرائی اور خطاب فرمایا (یہ بھی انشاء اللہ بعد میں آجائے گا)
عشاء کی نماز کے بعد حضرت قاضی صاحب کے گھر تشریف
لے گئے اور رات گئے تک دینی و روحانی محفل گرم رہی۔
ایک مرید نے جب سلطان الاذکار کا سبق سنایا۔ تو
حضرت نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا ایک واقعہ سنایا کہ جب
وہ راہوں جیل میں قید تھے تو جیل کا پکا ہوا کھانا نہ کھایا
کرتے تھے۔ ایک بڑھیا بھنے ہوئے چنے دے جاتی وہی
تناول فرماکر پانی پی لیتے۔ پھر ایک اور شخص بھی کبھی
کچھ کھانے کے لئے دے جاتا۔ پھر ایک بوڑھا آیا اور حضرت
کو ایک وظیفہ دیا کہ روزانہ پڑھا کریں۔ انشاء اللہ نویں
روز رہائی ہو جائے گی۔ حضرت نے پڑھنا شروع کیا
چھٹے روز خواب میں دیکھا کہ میں دریا میں ہوں باہر نکلنا
چاہتا ہوں لیکن ایک ہاتھی کنارے پر بیٹھا ہے۔ میں
نے خیال کیا کہ ابھی رہائی نہیں ہو سکتی۔ ساتویں روز پھر وہی
خواب دیکھا کہ میں دریا سے باہر نکلنا چاہتا ہوں۔ تو وہ ہاتھی
وہاں سے اٹھا اور دور جاکر پیٹھ پھیر کر کھڑا ہو گیا۔ دوسرے
دن میں نے یہ تعبیر کی کہ آج رہائی ہو جائے گی۔ چنانچہ تیار
ہو گیا۔ دوسرے ساتھیوں نے کہا کہ ابھی آرڈر آئے ہی نہیں
اور جانے کی تیاری! خدا کا کرنا یہ ہوا کہ اسی دن رہائی کے
آرڈر آگئے تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اس فقیر سے پوچھا
تھا۔ تو کون ہے اس نے اپنا نام سلطان الذاکرین بتایا۔ پھر
وہ کبھی حضرت رح کو نہ نظر آیا۔

اس پر حضرت قاضی صاحب نے فرمایا کہ میں نے خواجہ دوست
محمد قندھاری رح کے حالات میں پڑھا ہے کہ سلطان الاذکار
کی کچھ مخصوص تعداد ہے۔ اگر اتنی مرتبہ پڑھ لے تو وہ اس
مرتبہ کو پہنچ جاتا ہے کہ جو کہے وہی ہو جاتا ہے جو چاہے
اللہ تعالیٰ وہی کر دیتے ہیں۔ اس پر حضرت دامت برکاتہم
نے اپنے دو واقعات سنائے کہ ایک مرتبہ بڑے عجیب
عجیب اتفاقات سے بذریعہ ہوائی جہاز حج کے لئے مکہ مکرمہ
پہنچے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اور والدہ مرحومہ بھی ساتھ تھیں
مکہ مکرمہ پہنچ کر ایک آدمی کے ذریعے مولانا حبیب اللہ رحمۃ
اللہ علیہ کا پتہ کرایا۔ تھوڑی دیر بعد وہ بھی دوڑتے ہوئے
تشریف لائے اور بڑے خوش، ہنستے جائیں۔ حضرت رح نے
وجہ پوچھی تو فرمایا کہ میں نے کل روضۂ اقدس پر دعا مانگی تھی
کہ اس دفعہ سب اکٹھے حج کریں تو میں ایک ہزار طواف
کعبہ کروں گا۔ میں ابھی ابھی طواف پورا کر کے آرہا ہوں
کسی اور بات پر فرمایا میرے بڑے بھائی تھے وہ چھوٹی عمر
میں فوت ہو گئے ان کا نام بھی انور تھا۔ والدہ نے کہیں سے
سن لیا کہ اس نے گالی نکالی ہے تو اس کو فرمایا کہ اگر پھر
گالی نکالی تو کوئلہ زبان پر رکھ دوں گی، پھر پتہ چلا کہ انہوں
نے گالی نکالی ہے تو گرم کوئلہ چمٹے سے پکڑ لیا اور فرمایا کہ
زبان نکالو تاکہ اس پر رکھ دوں۔ وہ اتنے ڈرے پھر کبھی
گالی نہ نکالی۔

صبح کی نماز کے بعد درس قرآن کی ابتدائی اور فاتحہ پر درس
دیا۔ ناشتہ کے بعد یہ کاروان واہ فیکٹری منزل انوار القرآن
پہنچا۔ نو سال تک یہ درس حاجی خوشی محمد صاحب کے بنگلے
پر ہوتا رہا۔ اس کے بعد اپنی اصلی جگہ منزل انوار القرآن

میں شروع ہو گیا، یہ جگہ واہ کینٹ میں بستی کاریگریں ہے
ہر سال اس درس قرآن کی سالگرہ منائی جاتی ہے اس میں
حضرت دامت برکاتہم بنفس نفیس تشریف لاتے ہیں۔ اس
مرتبہ بھی حضرت کی تشریف آوری اسی وجہ سے تھی۔ یہاں
سب سے پہلے حافظ ریاض احمد صاحب اشرفی خازن روزنامہ
جنگ راولپنڈی نے تقریر فرمائی۔ اس کے بعد حضرت قاضی زاہد
الحسینی صاحب دامت برکاتہم نے معمول کے مطابق درس
قرآن اور درس حدیث دیا۔ اس کے بعد حضرت دامت برکاتہم
نے خطاب فرمایا۔ (یہ بھی عنقریب اشاعت کے لئے آجائے گا) خطاب
کے بعد حضرت مریدین اور معتقدین کے جھرمٹ میں گم ہو
گئے۔ بیعت فرمارہے ہیں۔ اسباق سن رہے ہیں، بیماروں
پریشان حالوں کے لئے دعا اور نسخے تجویز فرمارہے ہیں
کسی کو تسلی کسی کو تشفی۔ جو کوئی مرجھا چہرہ لے کر آتا گلاب
کی طرح کھل کر جاتا۔ بعض صرف دیدار ہی سے آنکھیں ٹھنڈی
کر رہے تھے۔ (نیک لوگوں کا دیکھنا بھی عبادت ہے) بعض
صرف متوجہ ہو کر باادب بیٹھے تھے۔ اور اپنے سینوں کو
انوار و برکات سے منور کر رہے تھے۔ کوئی ذکر میں مشغول
تھا۔ کیا لکھوں، یہ مناظر تو جہاں پر حضرت تشریف فرماہوں
وہیں یہ حال ہوتا ہے بڑی دیر یہ محفل گرم رہی۔ پھر جناب
حاجی عثمان غنی صاحب حضرت کو اپنے گھر لے گئے، یہی
حضرت کے درس کے ناظم ہیں۔ وہاں سے ٹیکسلا تشریف لائے
اور جمعیت کے کارکنوں سے خطاب فرمایا۔ پھر ایک مرید
کی درخواست پر اسلام آباد تشریف لے گئے اور مغرب سے
کچھ دیر پہلے مریڑ حسن راولپنڈی میں قاری محمد دین صاحب
نابینا کے ہاں مسجد کے سنگ بنیاد کے لئے تشریف لائے
اس وقت ان میں ایک فرد کا اضافہ ہو چکا تھا۔ یعنی حافظ
ریاض احمد صاحب اشرفی۔

اس مدرسہ کا نام تعلیم القرآن ہے جہاں قاری محمد دین
صاحب بچوں کو حفظ و ناظرہ پڑھاتے ہیں ایک اور قاری
رکھا ہوا ہے۔ حضرت تشریف لائے ان کے ساتھ حضرت
قاضی صاحب دامت برکاتہم رانا محمد عاقل خان صاحب۔ یہ
پشاور سے یہ ہی اپنی موٹر میں حضرت کو لا رہے ہیں حاجی
خوشی محمد صاحب اور حضرت کے خادم حاجی بشیر احمد
صاحب چائے کے ساتھ ساتھ چندا اور باتیں بھی ہوئیں۔

اشرفی صاحب نے فرمایا کہ حضرت مولانا سید انور شاہ صاحب
کاشمیری رحمۃ اللہ علیہ ہمارے گھر تشریف لائے۔ ان کے
ساتھ ابدالی صاحب بھی تھے یہ بریلوی نظریہ کے ہیں۔ وہ
شاہ صاحب کو ایک مسجد میں ساتھ لے گئے۔ جہاں جگہ جگہ
یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ لکھا ہوا تھا۔ حضرت شاہ
صاحبؒ ایک چبوترے پر کھڑے ہو کر تقریر فرمانے لگے
کسی نے ایک رقعہ لکھ کر بھیجا کہ یا شیخ عبدالقادر جیلانی پر
کچھ فرمائیں کہ جائز ہے یا کہ ناجائز۔ آپ نے فرمایا کہ لوگ
دو قسم کے ہیں۔ ایک مانعین اور ایک مجوزین۔ مانعین کی
نظر اللہ کی قدرت پر ہوتی ہے۔ مجوزین کی نظر نیک بندوں
کی نیکیوں پر ۔ میں مجوزین کو وصیت کروں گا کہ اس
قسم کو مساجد میں نہ پڑھا کریں۔

حضرت دامت برکاتہم نے اس واقعہ کی تصدیق کے
لئے حافظ اشرفی صاحب سے چند سوال کئے ایک یہ کہ
شاہ صاحب آپ کے گھر کیوں تشریف لائے۔ عرض کی
کہ میرے والد ان کے مرید تھے۔ حضرت قاضی صاحب
نے حافظ صاحب سے فرمایا کہ یہ واقعات جو آپ سناتے
ہیں ان کو لکھ لیں۔ عرض کی کہ حضرت لکھے ہوئے ہیں۔ فرمایا
کسی طرح ان کو دینی رسالوں میں طبع کرادیا کریں۔ یا
اخبار میں شائع کرادیا کریں۔ لوگ تو پیاسے ہیں۔

حضرت دامت برکاتہم نے فرمایا کہ میں نے یہ حضرت
رحمۃ اللہ علیہ سے سنا کہ حضرت مدنیؒ سے کسی نے بریلوی
حضرات کے متعلق پوچھا۔ تو آپؒ نے فرمایا کہ میں یہ
ضد کی بنا پر نہیں کہہ رہا تحقیق کی بنا پر کہہ رہا ہوں
ان کی تحقیق یہ ہے کہ ہم کافر ہیں۔ ہماری تحقیق یہ
ہے کہ یہ اہل قبلہ ہیں۔ مسلمان ہیں۔ ان سے نکاح جائز
ہے۔ ان کا ذبیحہ جائز ہے ہمارا اختلاف صرف فروعی
ہے۔ ہم ان کو کافر نہیں کہتے۔ اگر وہ ہمیں کافر کہتے ہیں
تو قیامت کے روز خدا کے ہاں جواب دہ ہوں گے۔
کان کھول کر سن لو ہم ان سے نہیں ڈرتے خدا سے ڈرتے
ہیں۔ یہ کافر نہیں ہیں۔ اپنی بات کے وہ خود ذمہ دار
ہیں اور خدا کو جواب دیں گے۔

اس کے بعد حضرت نے سنگ بنیاد کی پہلی اینٹ
خود رکھی اور باقی چھ اینٹیں دوسرے حضرات نے رکھیں

(باقی پر)

پروفیسر غلام حسین چوہدری۔ شاہدرہ

فیشن دوسروں سے ممتاز ہونے کا ایک ذریعہ ہے یہ دوسروں کی توجہ اپنی طرف مبذول کرتا ہے۔ دوسروں کو مرعوب کرتا ہے اور یہ ظاہرداری کو جنم دیتا ہے فیشن میں نیا پن اور جدت ہوتی ہے۔ یہ باطنی خامیوں، خرابیوں اور برائیوں کی پردہ پوشی کرتا ہے۔

فیشن میں جدت ہوتی ہے اس لئے اس کی رسد کم ہوتی ہے طلب بڑھ جاتی ہے۔ لہٰذا سب سے پہلے اس کو امیر لوگ اپناتے ہیں۔ آہستہ آہستہ ان کی رسد میں اضافہ ہونا شروع ہو جاتا ہے طلب میں کمی واقع ہو جاتی ہے۔ تو یہ سستا ہو جاتا ہے عوام اس کو اپنا لیتے ہیں اور یہ پھر اپنی خوبی کھو بیٹھتا ہے اور بدنما لگنے لگتا ہے۔ آخر ختم ہو جاتا ہے۔

روزمرہ کے آداب و اطوار میں لباس، خوراک، میل جول اور نمود و نمائش ہی صرف فیشن کے زمرہ میں نہیں آتے بلکہ موجودہ دور میں تو ہر طبقہ فیشن کی دوڑ میں سبقت لے جانا چاہتا ہے۔ ایک زمانہ تھا جب کہ بھکاری صدا لگاتا تھا کسی کا من چاہے دے یا نہ دل کرے نہ دے۔ اب یہ فیشن میں شامل ہے۔ کہ فقیر نے جس کے آگے ہاتھ پھیلایا۔ اس کا ہاتھ خالی نہیں لوٹ سکتا۔ بلکہ وہ جتنا مانگے گا اتنا ہی حاصل کرے گا۔ ورنہ کیا مجال جو ایک قدم پیچھے ہٹے

مانگنے والوں نے بھی نئے فیشن کو اپنایا ہوا ہے۔ سفید کپڑوں میں ملبوس ظاہراً ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ بہت بڑا رئیس زادہ ہے۔ سوال کرتا ہے۔ میں کسی دوست کے ہاں آیا تھا۔ کوٹ میں پیسے رہ گئے ہیں کسی دوسرے دوست جو کہ وکیل ہیں کو ملنے سٹیشن پر جانا ہے۔ کیا آپ کرائے کے لئے چار آنے نہیں دے دیں گے؟" یہ بھی ایک نیا طریقہ ہے۔ پتہ نہیں کتنے لوگوں سے سٹیشن پہنچنے کے لئے چار چار آنے مانگے ہوں گے۔

فیشن ہماری پسند و ناپسند کا عجیب و غریب مجموعہ ہے۔ باہمی تضاد یعنی دلچسپیوں اور غیر دلچسپیوں سے بھرپور ہے۔ اس لئے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ فیشن طبقات اور عدم مساوات کو جنم دیتا ہے۔ امیر اور غریب کے درمیان وسیع خلا پیدا کرتا ہے

فیشن ایک ایجاد کا نام ہے۔ بلند طبقہ کے لوگ ذہنی طور پر پسماندہ اور اپنے نفس کے غلام ہوتے ہیں وہ معمولی باتوں سے احساس کمتری میں مبتلا ہوتے ہیں۔ اپنی باطنی خامیوں اور کمزوریوں کے چھپانے کے لئے ظاہری امتیاز کا سہارا لیتے ہیں۔ اس لئے وہ لباس، روزمرہ کے آداب اور جسمانی زینت و نمائش میں جدت پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ تاکہ انہیں معزز سمجھا جائے اور بلند مرتبہ اور اعلیٰ طبقے کے لوگوں میں ان کا وقار بڑھ جائے غریب عوام نئے فیشن سے مرعوب اور سحر زدہ ہو جاتے ہیں اور امراء کی نقل شروع کر دیتے ہیں حتیٰ کہ طبقاتی امتیاز ختم ہو جاتا ہے اور بلند طبقہ کے لوگ نیا فیشن ایجاد کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔

فیشن وقت کے ساتھ ساتھ بدلتا رہتا ہے۔ یہ مستقل مزاج نہیں ہوتا۔ نہ یہ کسی قانون کا پابند ہے اور نہ ہی کسی امر و حکم کا۔ فیشن کرنے کا مقصد دیگر افراد کی نظر میں خود کو ممتاز کرنا ہوتا ہے۔ ہر شخص کی یہ فطرتی کمزوری ہے کہ وہ چاہتا ہے وہ دوسروں سے ممتاز نظر آئے۔ اس لئے وہ لباس اور روزمرہ کے طور طریقوں میں ایسی نئی باتیں اختیار کرتا ہے کہ وہ خود کو دوسروں سے ممتاز کر سکے۔

فیشن اس وقت شروع ہوتا ہے جب اس میں نیا پن اور انوکھا پن ہو۔ یعنی یہ ایک نیا اور انوکھا معیار مقرر کرتا ہے۔ اس لئے جب یہ شروع ہوتا ہے تو یہ مضحکہ خیز لگتا ہے جب یہ عام ہو جاتا ہے اور اس کا انوکھا پن ختم

ہوجاتا ہے۔ تو اس کی موت یقینی ہوتی ہے۔ اور یہ ختم ہو جاتا ہے کیونکہ عمومیت اختیار کر کے فیشن بدنما اور بدذوق جنے لگ جاتا ہے۔

فیشن غرور اور خود غرضی کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ کیونکہ اس کو مغرور اور خود پسند لوگ ظاہری نمود و نمائش کے لئے اختیار کرتے ہیں۔ یہ ظاہری نمود ہمیں خوب بھاتی ہے۔ اگرچہ اس میں کوئی خوبی اور حسن نہیں ہوتا۔ لیکن پھر بھی عام لوگ اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ اسی لئے یہ بہت جلد عمومیت اختیار کر لیتا ہے اور جلدی ہی ختم ہو جاتا ہے۔

فیشن بلند سوسائٹیوں میں جانے کا پاسپورٹ ہے کیونکہ بلند سوسائٹیوں کا معیار ظاہری شان و شوکت، عزت اور عظمت ہوتا ہے۔ اگر اس کا معیار اخلاقی، علمی، عقلی یا فوجی اقدار پر مقرر کیا جاتا۔ تو محدودے چندان سوشل مجلسوں کے ممبر بن سکتے۔ اور یہ بلند سوسائٹیاں ویران ہو جاتیں۔

فیشن صرف موجودہ دور کی پیدائش نہیں ہے یہ رسم و رواج کے ساتھ وقت کے تقاضوں کے ساتھ بدلتا رہتا ہے۔ کسی زمانہ میں عورتیں کنگھی چوٹی فیشن کے طور پر کرتی تھیں۔ پھر کسی اور وقت میں وہ بالوں کی تزئین کے لئے ربن استعمال کرتی ہیں۔ سرمہ استعمال کرنا کسی وقت فیشن تھا۔ اس کے بعد عمدہ لباس فیشن کے زمرہ میں آتا تھا۔ لیکن اب عورتوں کا عریاں ہونا فیشن ہے۔

اسی طرح کا ایک واقعہ ہے کہ راستے میں مجھے ایک شخص جو بہترین قسم کے کھڑکھڑاتے سفید کپڑوں میں ملبوس گویا رئیس زادہ ہو، اسلامیہ کالج کے قریب ملا۔ میں چونکہ پیدل تھا۔ مجھے ملا۔ آخر مدعا بیان کیا۔ لائل پور سے رات آیا تھا۔ نواں کوٹ بھائی کے ہاں ٹھہرا۔ اب ایک دوست کو ملنے کے لئے نکلا تھا۔ میرا دوست ٹیشن کے قریب رہتا ہے اس کا نام فلاں ہے وہ ایک وکیل ہے۔ اتفاق یوں ہوا۔ کہ جب بس سٹاپ پر پہنچا تو دیکھا جیب میں بٹوہ نہیں۔ بٹوہ کوٹ کی جیب میں رہ گیا۔ سوچا چلو کون واپس جائے۔ پیدل ہی چلتے ہیں۔ لیکن یہاں تک آتے آتے تھک گیا ہوں۔ آپ اگر چار آنے دے دیں۔ تو میں بس پر جا سکتا ہوں۔" میں نے واقعہ کو حقیقت جانا اور اس کو مستحق سمجھ کر چار آنے دے دیئے۔ اور ہم دونوں اپنے اپنے راستے پیدا ہو گئے۔

چند روز بعد وہی شخص ونیس سینما ملتان روڈ پر دوبارہ ملا۔ اس نے مجھ سے سلام دعا کے بعد پوچھا "آپ نے مجھے کبھی پہلے دیکھا ہے؟" میں نے جان بوجھ کر نفی میں سر ہلا دیا کیونکہ میں نے سوچا یہ شخص شائد میرے لئے چار آنے واپس کرنا چاہتا ہے۔ اس شخص نے فوراً پہلے والی کہانی دہرائی اور چار آنے کا مطالبہ کیا۔ میں پہلے تو حیران و ششدر ہو کر اس کا منہ تکتا رہا۔ آخر میں نے اس سے سوال کیا "اس طرح مانگنے کا فیشن کس کی ایجاد ہے اور کب سے یہ فیشن شروع ہوا ہے۔ میں نے اس شخص کو پولیس کے حوالے کرنے کی دھمکی دی۔ تو وہ تیر کی طرح نظروں سے اوجھل ہو گیا۔

بات سے بات نکلتی ہے۔ مانگنے کی بات سے مجھے ایک اور بات یاد آ گئی۔ میرے ایک دوست ہیں۔ اچھے کھاتے پیتے شریف اور خوشحال گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں جب میں اس کے پاس جاؤں یا وہ میرے پاس آئیں یا کہیں اور ملاقات ہو جائے تو فوراً کہتے ہیں۔ "نکال یار سگرٹ"۔ میں سگرٹ پیش کر دیتا ہوں۔ ایک روز میرے پاس کم سگرٹ تھے۔ میں نے جھنجھلا کر کہا "تو ہر وقت سگرٹ مانگتا رہتا ہے کیا تیرے پاس پیسے نہیں ہوتے یا تو مفت خورہ ہے، یا پھر تو بے حد کنجوس ہے۔ وہ جھٹ سے بولے "یار یہ لے کتنے پیسے چاہئیں تجھے"۔ میں نے کہا "مجھے پیسے نہیں چاہئیں بلکہ وہ خود سگرٹ خرید کر لیا کر"۔ کہنے لگا "یار پیسوں کی کوئی بات نہیں۔ اللہ کا دیا سب کچھ ہے۔ لیکن میں تو سگرٹ اس لئے مانگتا ہوں۔ کیونکہ سگرٹ مانگ کر پینا فیشن ہے۔ اور میں تمہاری طرح اس فیشن میں پیچھے نہیں رہنا چاہتا۔

اسی طرح سے میرے ایک اور دوست ہیں۔ میں ان کے ہاں جاتا ہوں تو بیٹھک میں بٹھا لیتے ہیں۔ لیکن وہ ہمیشہ ہی نزدیکی ہوٹل میں چائے پلاتے ہیں۔ ایک دفعہ میں کہہ بیٹھا کہ بھئی اگر چائے ضروری پلانا ہوتی ہے۔ تو گھر میں کیوں نہیں بنا لیتے۔ کہنے لگے "میری بیوی کہتی ہیں۔ کہ مہمانوں کا گھر میں چائے پلانے کا فیشن نہیں ہے۔"

افسوس کہ تو حافظ قرآن تو بنتا ہے اور اس پر عمل نہیں کرتا۔ (سید شیخ عبدالقادر جیلانی رح)

بقیہ شذرہ

کے لیے وعیدیں آئی ہیں لیکن حکومت قرآن حکیم کے اس واضح حکم کے خلاف عمل پیرا ہے۔ حالانکہ آئین میں اس چیز کو اس طرح لکھا گیا تھا کہ سات سال کے اندر اندر تمام قوانین اور تعزیرات کو اسلامی قوانین کے مطابق بنا لیا جائے گا۔ ۲½ سال گزر جانے کے باوجود قرآن حکیم کے اس واضح ارشاد کی اسلامی وفاقی جمہوریہ میں توہین کی جا رہی ہے۔

ہم یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ شراب اور ریس کی آمدنی میں کوئی برکت نہیں ہو گی۔ جن ملازمین کو اس پیشے سے [illegible] کی جائے گی یا اُن کے بچے اس رزق حرام کو کھا کر مسلمان نہیں رہیں گے یا ان سے نیک توقعات وابستہ کی جا سکتی ہیں۔ ہم حکومت سے مطالبہ کرتے ہیں کہ اگر ۲½ سال پہلے ایک صوبے میں اس آمدنی کے بغیر حکومت چلائی جا سکتی تھی تو کیا پنجاب میں حکومت اس منحوس اور بد آمدنی کے بغیر نہیں چل سکتی؟

بچّوں کو سکولوں کے داخلے میں مشکلات

گزشتہ کئی سالوں کے بجٹوں کی طرح امسال بھی بجٹ میں تعلیم کے لیے زرِ کثیر کو مختص کیا گیا ہے لیکن ہمیں آج تک اس بات کی سمجھ نہیں آ سکی کہ جب ہر سال ایک بڑی رقم اس مد میں صرف ہوتی ہے اور ہر سال وزیرِ خزانہ کا یہ دعویٰ ہوتا ہے کہ اتنے ہزار نئے سال کھولے جائیں گے، اتنے سکولوں کو مڈل اور اتنے سکولوں کو ہائی سکول کا درجہ دے دیا گیا ہے۔ لیکن اس کے باوجود لاکھوں کی تعداد میں مائیں اور بہنیں، باپ اور بھائی سکولوں کے چکر (داخلے کی تاریخ ختم ہونے کے بعد بھی) لگاتے رہتے ہیں۔ اور اب تعطیلاتِ گرما کے آغاز کے بعد بھی لوگ روزانہ سکولوں کے چکر کاٹ رہے ہیں۔ کیا اربوں روپے محکمہ کے اندر ہی خورد برد ہو جاتے ہیں یا سکولوں تک پہنچتے ہی نہیں۔ اب حکومت کا فرض ہے کہ تحقیقات کروائی جائیں کہ یہ اربوں روپے کہاں جاتے ہیں اور سکولوں میں داخلے کے لیے بچے سہولتوں سے کیوں محروم ہوتے ہیں۔

۲احمل مادی الاحرں ۷۶ء

آہ! مولانا عزیز الرحمٰن جامعی

رئیس الاحرار حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزندِ ثانی مولانا عزیز الرحمٰن جامعی گزشتہ دنوں دہلی میں انتقال کر گئے۔

رئیس الاحرار کے خاندان کے متعلق کچھ لکھنا سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے۔ اس خاندان نے [illegible] برصغیر کی آزادی کے لیے جو بیش بہا قربانیاں [illegible] اس پر ایک زمانہ گواہ ہے۔

پھر بالخصوص مجلس احرار اسلام کے سٹیج پر خود مرحوم نے جو خدمات سرانجام دیں۔ ان کا اعتراف نہ بدترین قسم کا بخل ہے۔ مرحوم کے فرزند بھی آپ کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے ملک و ملت کی خدمات میں مصروف رہے۔

سب سے بڑے لڑکے مولانا خلیل الرحمٰن مشرقی پنجاب میں اوقاف کے ایڈمنسٹریٹر ہیں اور ان کا یہ اعزاز اس خاندان کی عظیم خدمات کے صدقہ ہے۔

دوسرے صاحبزادے مرحوم عزیز الرحمٰن تھے جو تقسیم سے قبل مجلس احرار اسلام کے روزنامہ آزاد میں کام کرتے رہے۔ آزادی کے بعد دہلی میں بچوں کا مدرسہ بنایا جس میں دینی و دنیوی تعلیم کا معقول انتظام تھا۔ کچھ عرصہ قبل راولپنڈی میں ان کے بہنوئی مولانا محمد یوسف لدھیانوی انتقال کر گئے وہ غمزدہ بہن سے ملنے آ رہے تھے کہ خود دل کے ہاتھوں بے بس ہو کر رہ گئے۔

مرحوم رئیس الاحرار کے تیسرے صاحبزادے مولانا

بھیں ... ہیں ... چادر ... عرصہ ... ہوئے تھے
... معروف ... گئے ... انتقال کر گئے
... سعید الرحمن اور محمد جو ادضیا ... ہیں

مرحوم عزیز الرحمن نے اپنے عظیم ابا کی سوانح حیات بنام "حیات الاحرار" لکھی۔ علاوہ ازیں "در حدیث دیگراں" کے عنوان سے اپنے ابا کے متعلق اہل علم کے تاثرات و خیالات قلمبند کیے۔ بڑی صلاحیتوں کے مالک تھے۔ خدا ان کی مغفرت کرے۔

ادارہ خدام الدین متعلقین کے غم میں شریک ہے بلکہ خود مستحق تعزیت۔

اسی طرح جمعیۃ علماء اسلام کے رہنماؤں مولانا درخواستی، مفتی محمود، مولانا عبید اللہ انور نے اظہار تعزیت کیا ہے۔ اور جمعیۃ طلبہ اسلام کے رہنماؤں جناب عبدالحکیم اکبری، محمد عارف میاں، ندیم اقبال، اجمل قادری اور عبدالرؤف ربانی نے بھی تعزیتی پیغام بھیجا ہے۔

جانشین رسول برحق سیدنا صدیق اکبرؓ کے حضور

ھدیۂ عقیدت

بمقام برکت علی اسلامیہ ہال لاہور مورخہ ۲۰ جون ۱۹۷۶ء بروز اتوار پہلا اجلاس صبح ۹ بجے شروع ہو گا جس کی صدارت حضرت مولانا عبید اللہ انور فرمائیں گے اور اس میں مولانا محمد سرفراز خاں صفدر، مولانا حبیب اللہ ساہیوال، پروفیسر محمد اسلم صاحب اور زاہد الراشدی کا خطاب ہو گا۔

جبکہ دوسرا اجلاس بعد نماز مغرب ہو گا۔ اس کی صدارت مولانا عبید اللہ مہتمم جامعہ اشرفیہ کریں گے۔ اور مولانا محمد مالک، مولانا محمد اجمل، پروفیسر ارمان اللہ صاحب اور مدیر خدام الدین کا خطاب ہو گا۔ سید امین گیلانی اور سلمان گیلانی بھی شریک ہوں گے۔

(پاکستان سنی کانفرنس)

بقیہ: لاہور سے پشاور

... تک ... زیارت کے لئے تشریف لے گئے پھر چوتھی جون ۲۲ صوفی محمد یونس صاحب کے ہاں تشریف لائے۔ یہ حضرت کے دیرینہ خدام میں سے ہیں۔ مغرب کی نماز کے بعد مجلس ذکر کرائی۔ وقت کی کمی کی وجہ سے خطاب نہ فرما سکے۔ پہلے مردوں کو پھر عورتوں کو بیعت فرمانے کے بعد ائیر پورٹ پر تشریف لے گئے۔ جہاز کے جانے سے صرف چند منٹ قبل وہاں پہنچے۔ اسطرح ۸½ بجے رات حاجی خوشی محمد صاحب کے ساتھ واپس لاہور تشریف لے گئے۔

احسن القصص

حضرت مولانا علامہ نور الحسن صاحب فاضل دیوبند کے افادات عالیہ جو ٹیپ ریکارڈ کے ذریعے محفوظ کئے جاتے ہیں آئندہ شمارہ سے اشاعت پذیر ہو رہے ہیں۔

ابتداء سورۃ یوسف سے ہو گی اسی لیے عنوان "احسن القصص" ہے۔

ان افادات میں آپ کو ہزاروں تفاسیر کا نچوڑ ملے گا اس لیے ابھی سے خدام الدین کا پرچہ باقاعدگی سے محفوظ کرا لیں۔ ہم برادرم ظہور صاحب کے ممنون ہیں جنہوں نے ان افادات کو محفوظ کر کے ہم تک پہنچایا۔

(ادارہ)

وظائف ولطائف

بابرکت درود شریف

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک آدمی آیا اور اس نے سلام کہا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کا جواب دیا، اور خندہ پیشانی فرمائی اور اپنے پاس بٹھایا اور جب اس آدمی نے حاجت پوری کر لی تو اٹھ کھڑا ہوا۔ اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق اکبرؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا اے ابوبکرؓ یہ وہ آدمی ہے جس کے لیے روزانہ ساری زمین والوں کے برابر بلندی دی جاتی ہے۔ میں نے عرض کیا کہ وہ کیسے؟ تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ جب بھی یہ شخص صبح کرتا ہے مجھ پر دس بار ایسا درود پڑھتا ہے۔ جو درود ساری مخلوق کے درود کے برابر ہے۔ میں نے عرض کی۔ وہ کس طرح؟ تو حضور علیہ السلام نے فرمایا یہ کہتا ہے۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدِ نِ النَّبِيِّ عَدَدَ مَنْ صَلّٰى عَلَيْهِ مِنْ خَلْقِكَ وَصَلِّ عَلٰى مُحَمَّدِ نِ النَّبِيِّ كَمَا يَنْبَغِيْ لَنَا اَنْ نُصَلِّيَ عَلَيْهِ وَصَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ كَمَا اَمَرْتَنَا اَنْ نُصَلِّيَ عَلَيْهِ

ترجمہ: اے اللہ! حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اتنے درود بھیج جتنے درود تیری تمام خلقت بھیجتی ہے۔ اور درود بھیج حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جیسا کہ ہمیں چاہیے کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجیں اور درود بھیج حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر جیسے کہ تو نے ہمیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود بھیجنے کا حکم فرمایا ہے

(کنز العمال جلد اول صفحہ ۲۱۲ شمارہ ۳۹۰۳)